شعور و بصیرت فتنوں سے نجات کا ذریعہ

تالیف: احمد عالمی
ترجمہ: حمید الحسن زیدی

مقدمہ

فتنوں سے نجات پانے کے لئے دینی شعور و بصیرت کی ضرورت اور موقعیت ایسا اہم ترین مسئلہ ہے جس پر کتاب خدا اور سنت پیغمبر اسلامؐ میں بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے۔

بصیرت کا مطلب کھلی فکر، ہمہ جہت سمجھ، حقیقت تک رسائی ہے۔ یہ خدا اور پیغمبروں کی ایک خاص صفت ہے اور اسے فتنوں اور تاریخ کے گمراہ کن حادثات و واقعات سے اپنا دامن بچا کر نکل جانے کا سب سے واضح معیار بتایا گیا ہے۔ جسے شرعی منابع میں پیغمبر اسلام ﷺ کی جانب سے اپنی پیروی کرنے والوں کے لئے ایک اہم ترین ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ ایک باطنی بینائی اور اندرونی طاقت ہے جو سخت تاریکی میں بھی انسان کے لئے روشنی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ ہر انسان کی بنیادی ضرورت حصول کمال اور خدا کی جانب بڑھنا ہے اور ایسی حرکت کرنا ہے جس کے بہت عظیم فائدے اور نتائج برآمد ہوتے ہیں جیسے مکر و فریب، شیطانی چالوں اور فتنوں کی پہچان اور تاریخ سے عبرت لیکر آئندہ کے لائحہ عمل کی تربیت وغیرہ۔

فتنہ یعنی زندگی کے سخت مصائب و آلام اور ہر طرح کے راہ وتدبر کا بند ہو جانا جو سب کے سب ایک طرح سے خدائی امتحان کی حیثیت رکھتے ہیں، ایسے حالات میں امتحان کی جہت سے ناواقفیت، گمراہی اور شکوک و شبہات پیدا کر دیتی ہے لہٰذا اس سلسلہ میں حقیقت کی تلاش اور وہاں تک رسائی ہر شخص کی آخری اور بنیادی ضرورت ہے۔

لفظ فتنہ کے مختلف معانی ذکر ہوئے ہیں لیکن ان میں مشترک اور جامع معنی" پگھلایا جانا" ہے۔ اس لیے کہ ہر طرح کی بلائیں، مصیبتیں یا نعمتیں۔۔۔ وغیرہ سب کی سب ایک طرح سے پگھلائے جانے کے معنی کو بیان کرتی ہیں اگر ان کو صحیح طریقے سے نہ پہچانا گیا اور ان کے سلسلے میں دینی شعور و بصیرت سے کام نہ لیا گیا تو اس کا نتیجہ تباہی، بربادی، سرکشی اور بغاوت ہوگا۔

فتنہ کے مذکورہ مفہوم کی روشنی ہی میں انسانی حیات ہمیشہ سے ہی فتنوں کی آماجگاہ رہی ہے یہ فتنے یا امتحانات الٰہی تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں بھی نظر آتے ہیں جو اپنے عظیم شعور وبصیرت کے ساتھ اس امتحان سے سرخرو عہدہ برآمد ہوتے تھے۔

فتنے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں فساد برپا ہوتا ہے جس سے سماج کے اتحاد کو نقصان پہونچتا ہے۔ اور اس طرح پورا سماج بکھر کر رہ جاتا ہے۔ حق وباطل اور عزت وذلت کا معیار ختم ہو جاتا ہے۔ اور پوری فضا مکدر ہو کر رہ جاتی ہے ایسے حالات میں صرف بصیرت ہی فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار پاتی ہے اور بس۔

بصیرت کی خصوصیات:

حق کی معرفت اور باطل سے ٹکراؤ، یقین کی بنیاد پر عمل، فتنوں اور حادثوں سے دو چار ہوتے وقت ہمت اور اعتمادی، بلندی نظر اور بلندی فکر، اسلامی سماج کے ہوشیار وزیرک رہنما اور قائد کی ہی بصیرت کہلاتی ہیں اور ایک اچھے سماج، بلندی، اور قرب پروردگار کی راہ پر گامزن ہونے، حقیقت تک رسائی حاصل کرنے اور باطل سے مقابلہ کے سلسلہ میں اس عظیم بصیرت تک پہونچنا ضروری ہے۔

شرعی منابع میں بصیرت سے مراد

جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ شریعت اسلامی کے اصلی منابع، کتاب خدا اور سنت پیغمبرؐ ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے انہیں مذکورہ منابع کی روشنی میں بصیرت کی حقیقت پر روشنی ڈالیں گے۔

بصیرت:

قرآن مجید میں استعمال ہونے والا سب سے اہم لفظ بصیرت ہے جو روشنی چمک اور بینائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ بصیر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مختلف راستوں سے اپنے اور اپنے سماج، فریب کاریوں، سازشوں، اعمال ورفتار، طریقہ کار، کے بارے میں گہری واقفیت رکھتا ہو۔ سیاسی اور اقتصادی نیز اس طرح کے دیگر میدانوں میں اپنی ذمہ داریوں کو خوب سوچ سمجھ کر ادا کرتا ہو اور حقائق کو سمجھ کر ان پر بھرپور توجہ کرتا ہو۔ تاکہ اسے عمل کی منزل میں حیرانی اور سرگردانی کا احساس نہ ہو۔ اور وہ اپنی ذمہ داری معین کرنے میں ہچکچاہٹ سے کام نہ لے بلکہ ایسے حالات میں ہر طرح کے حادثات اور فتنوں سے صحیح سالم گزر جائے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ اے رسول آپ ان حالات (موت کی سختی، صور پھونکنے) سے باخبر نہ تھے۔ ہم نے آپ کی نگاہوں سے پردہ ہٹادیا اور آج حقیقت بالکل آپ کیلئے آشکار ہے۔ (سورہ ق، آیت ۲۲)

ایک بابصیرت انسان کی ہوشیاری اور دقت نظر یا اس طرح ایک بابصیر سماج کی بلند نظری، اس کی بینائی ہی وہ اثر پیدا کرتی ہے جس سے وہ واقعات کو صحیح طور پر پرکھ کر ان کا صحیح تجزیہ کرسکتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی تیز بینی اور عمیق نگاہیں تھیں جن کی بنیاد پر آپ واقعات اور حادثات کو صحیح طریقے سے درک کرلیتے تھے اور ان کے سلسلہ میں صحیح اور بروقت مناسب ردعمل کا اظہار فرماتے تھے۔

البتہ بصیرت تک پہونچنے کے لئے اس راہ میں پائی جانے والی پہچان اور اس کی علامتوں کا کردار بھی بہت اہم ہے جن کو گہری اور دقیق نظروں سے ہی دیکھا جاسکتا ہے۔

راغب اصفہانی بصیرت کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: "بصر" دیکھنے، کی صلاحیت رکھنے والے عضو اور اس میں پائی جانے والی صلاحیت اور طاقت کو کہتے ہیں دل کے ذریعہ درک کی صلاحیت کو بھی بصیرت کہا جاتا ہے۔ (راغب اصفہانی، ۷۱)

راغب اصفہانی کی وضاحت کے مطابق بصر سر کی آنکھوں کو کہتے ہیں اور بصیرت دل کی نگاہوں کا نام ہے۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ بصیرت گہری اور دقیق سمجھ کا نام ہے جس کے ذریعہ حق و باطل میں اس طرح تشخص دی جاسکتی ہے جس کے بعد حق کے انتخاب کی راہ ہموار ہوجاتی ہے۔ لہٰذا واضح رہے کہ بصیرت کی اہمیت بصر یعنی سر کی آنکھوں سے بہت زیادہ ہے۔

مولائے کائنات حضرت علیؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں دل کی نگاہوں کے نہ ہونے کی تکلیف سے آنکھوں کے نہ ہونے کی تکلیف برداشت کرنا زیادہ آسان ہے۔ (آمدی، ۱۴۱، ۱۳۶۶)

قرآن مجید میں کلمہ بصیرت دو مرتبہ استعمال ہوا ہے جب کہ اس کے مشتقات بصر ابصر بصائر وغیرہ ۱۴۸ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں اور ان تمام مواقع استعمال میں اس ملکہ (استعداد وصلاحیت) اور اس کے مشتقات سے مراد ایک خاص طرح کا نور اور ایک خاص قسم کی روشن فکری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس بصیرت ہوتی ہے وہ منظر کے ساتھ ساتھ پس منظر پر بھی نظر رکھتا ہے۔ اور اس کی نگاہیں ہر قسم کی حدبندی کو توڑ کر اس سے بہت دور تک پہونچتی ہیں وہ اپنی بلند نگاہوں کے ذریعہ گویا ہر طرح کے حادثات وواقعات کے وقوع کے وقت اپنے کو موجود پاتا ہے اور قریب سے ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔

البتہ قرآن مجید میں کچھ دوسرے کلمات بھی اس عظیم اور بلند معنی میں استعمال ہوئے ہیں جیسے نور، فرقان وغیرہ جن تمام کلمات میں بینش وبینائی، جامع اور عمیق نظر حقیقت پر توجہ، ہوشیاری، ذہانت، واضح اور آشکار حجت جیسے معنی پائے جاتے ہیں۔ بینش ادراک کی ایک مضبوط صلاحیت اور گہری سمجھ کا نام ہے جس کے حامل افراد واقعات وحالات کا صحیح تجزیہ کرکے ان کی گہرائی تک پہونچتے ہیں وہ صرف کسی واقعہ کے ظاہر پر نظر نہ رکھ کر اس پر پڑے ہوئے ہر طرح کے گرد وغبار کو ہٹا کر اس کی تہہ تک پہونچتے ہیں اور اس طرح حقیقت تک رسائی حاصل کرلیتے ہیں۔ بعض صاحبان معرفت اور عارف حضرات کا کہنا ہے بصیرت ایک قلبی طاقت اور ایک باطنی قوت کا نام ہے جو بارگاہ قدس کے نور سے جاری ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ صاحبان بصیر تمام چیزوں کے تہہ اور باطن تک پہونچ جاتے ہیں۔ (معین، ۵۴۶، ۱۳۷۶)

شرعی ودینی منابع میں پائی جانے والی تعبیروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بصیرت انسان کے قلب میں پائی جانے والی ایک خاص صلاحیت ہے جن کے ذریعہ وہ چیزوں کی حقیقت کو مکمل درک کرتا ہے جس طرح ہماری آنکھیں چیزوں کی ظاہری شکل وصورت کو درک کرتی ہیں لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ بصیرت ایک ربانی اور قدسی طاقت ہے جس کے ذریعہ انسان چیزوں کی تہہ تک پہونچ کر ان کی حقیقت کو مکمل طور پر درک کرلیتا ہے۔

ہماری دینی ثقافت میں بصیرت، انسان کی بنیاد ہے تاکہ وہ کسی طرح کے بھنور میں پھنسنے سے محفوظ رہ سکے اور اس کے ذریعہ ترقی، مراتب اور بلندی کی منزل تک پہونچنے کی راہ پر گامزن ہوسکے۔ اس لئے کہ جب انسان کو بصیرت مل جاتی ہے تو وہ دنیا کی تمام موجودات اور خدائی مخلوقات کو واضح طور پر درک کرلیتا ہے اور ہر طرح کے شر ووسوسہ سے محفوظ رہ کر کثرت سے وحدت تک پہنچ جاتا ہے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔ دونوں گروہ جو جنگ بدر میں ایک دوسرے کے سامنے تھے ان میں تمہارے لئے نشانیاں (اور اس میں عبرت) تھیں ان میں سے ایک جماعت خدا کی راہ میں جہاد کررہی تھی اور دوسری فوج کافروں کی تھی وہ شیطان کی راہ میں جنگ کررہی تھی۔ اور کافر صاحبان ایمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے رہے تھے خداوند عالم جس کی چاہتا ہے اپنی تائید سے مدد کرتا ہے اور یہ بات صاحبان بصیرت کے لئے بہتر درس عبرت ہے۔ (سورہ ال عمران، آیت ۱۳)

ایک دوسرے مقام پر بصیرت کے بہت سے فائدے ذکر ہوئے ہیں۔" خداوند عالم کی جانب سے تمہارے لئے بہت سی دلیلیں آئیں جو ان دلیلوں کے ذریعہ بصیرت اور واقعیت حاصل کرے گا اُسے

فائدہ ہوگا اور جو ان کے سلسلے میں آنکھوں کو بند رکھے گا وہ گھاٹے میں رہے گا اور میں تمہارا محافظ نہیں ہوں"۔ (سورہ انعام، آیت ۱۰۴)

قرآن مجید کی نظر میں ہر واقعہ ایک روشن اور واضح نشانی ہے اس لئے انہیں بصائر یعنی روشن اور واضح کرنے کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے جس کے ذریعہ صاحبان بصیرت فتنوں اور بلاؤں سے نجات پا جاتے ہیں۔

دینی بصیرت کے فائدے

دینی بصیرت، ذہانت، ہوشیاری اور دینی سمجھداری وعقلمندی کے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کر رہے ہیں:

۱۔ چالوں اور فتنوں کی پہچان

بصیرت اور روشن فکری، انسان اور انسانی سماج کو ہر طرح کے فتنوں سے روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، حضرت علی علیہ السلام اس طرح توصیف فرماتے ہیں:

"اور لڑائی جھگڑے کے وقت احتیاط اور بصیرت کے ساتھ قدم بڑھاؤ، کیونکہ فتنہ جب شروع ہوتا ہے تو نہایت مبہم اور ناشناختہ ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنا دامن پھیلا لیتا ہے تو اگرچہ اس کے آغاز میں ابہام ہوتا ہے اور کہاں سے شروع ہوا معلوم نہیں ہوتا مگر پھیل جانے کی صورت میں بہت خطرناک رخ اختیار کرلیتا ہے۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: میں اس شخص کی طرح ہوں جو فتنوں کے پہنچتے وقت انہیں نطفوں میں ہی دیکھ لیتا ہو وہ کہاں پہنچتے ہیں میں جانتا ہوں اور ان کے مرکزی کردار کو بھی بخوبی پہچانتا ہوں"۔ (صبحی صالحی، ۱۳۸۷، ق ۲۱۰)

اس طرح کی سمجھ عمیق اندرونی بصیرت کا نتیجہ ہوتی ہے جو انسان کو ہولناک بھنور سے نجات دلاتی ہے۔

۲۔ عبرتوں کا حصول

بصیرت کا دوسرا بہترین فائدہ، زمانے اور تاریخی حادثات وواقعات سے عبرت حاصل کرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔ دنیا کے بہت سے لوگ تاریخی حالات وواقعات سے ناواقفیت کی بنا پر انہیں کاموں کی تکرار کرتے ہیں جو ماضی میں انجام پا چکے ہیں۔ اور اس طرح انہیں شدید نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔

خداوند عالم سورہ انعام (آیت ۱۰۴) "قد جاءکم بصائر من رّبّکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وماانا علیکم بحفیظ "میں اسی مطلب کی جانب اشارہ فرماتا ہے۔
اس آیہ کریمہ میں حادثات وواقعات سے عبرت لینا، بصیرت کے فائدے میں سے ایک فائدہ بیان ہوا ہے۔
تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے بصیرت پیدا کرنے والی دلیلیں آئیں جو بھی ان دلیلوں کے ذریعہ بصیرت اور واقفیت حاصل کرے گا وہ خود اس کے لئے فائدہ مند ہوگا اور جو اس سے چشم پوشی کرے گا اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور اس مرحلہ میں ہم تمہاری حفاظت کرنے والے نہیں ہیں۔

۳۔ نجات بخش اور معیاری عمل

بصیرت حقیقت تک رسائی کا سبب ہے اور حقیقت تک رسائی کے بعد انسان نجات بخش اور معیاری عمل انجام دیتا ہے جس کی وجہ وہ عظیم بصیرت ہوتی ہے جو جناب عمار کو حاصل تھی یہ طے ہے کہ جب فضا روشن اور حق وباطل ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہوں تو فیصلہ کرنا بہت آسان ہوتا ہے لیکن جب فضا غبار آلود ہو تو حق وباطل میں تمیز دینا بہت مشکل ہوتا ہے ایسے موقع پر ایک ایسے سبب کی ضرورت ہوتی ہے جو اس منزل میں انسان کو نجات دلا سکے اور وہ سبب، صرف اور صرف بصیرت ہے۔ مولائے کائنات حضرت علیؑ اور حضرت عمار یاسر غربت کے دور میں بہترین نمونہ ہیں جن کی بصیرت نے انہیں جنگ صفین میں ہر طرح کے فتنے سے محفوظ رکھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنی زندگی کے سب سے آخری فتنے کے بارے میں فرماتے ہیں:
عمار کہاں ہیں، ابن تیہان کہاں ہیں، ذوالشہادتین کہاں ہیں ان جیسے افراد موت سے ملحق ہوگئے اور ان کے مبارک سر ظالموں کے پاس تحفہ میں لے جائے گئے۔ (صبحی صالح، ۱۳۸۷، ق ۲۶۴)
راوی کا بیان ہے اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اپنی ریش مبارک پر رکھ کر بہت دیر تک گریہ کیا پھر فریا کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بھائیو! تم جو قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور اسے اپنے دل وجان میں اتارتے تھے اور اس میں غور وفکر کرتے تھے۔ سنتوں پر عمل کرتے تھے بدعتوں کا خاتمہ فرماتے تھے (کہاں چلے گئے)۔" (مذکورہ حوالہ)
جناب عمار کی زندگی نہ صرف یہ کہ بصیرت سے لبریز تھی بلکہ ان کی موت بھی بصیرت کا ذریعہ بنی۔ اس لئے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا تھا۔"یا عمار تقتلک الفئة الباغیة" (بخاری، جلد ۲،۲۶۱) اے عمار تمہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

۴۔ حقیقت تک رسائی

ایک با بصیرت انسان اپنی بصیرت کے ذریعہ حقیقت تک رسائی حاصل کرلیتا ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے پوچھا تھا کہ " کیا ممکن ہے کہ طلحہ وزبیر باطل پر ہوں" ؟ حق اور باطل کو افراد کے مرتبہ سے نہ پرکھو پہلے حق کو پہچان لو تاکہ اہل حق کو پہچان سکو اسی طرح پہلے باطل کو سمجھو پھر اہل باطل کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ عظمت اور معیار شناخت بصیرت کی بناپر ہی حاصل ہوتا ہے۔

آیات قرآنی میں فتنوں کی حقیقت

قرآن مجید میں فتنہ یا اس سے مشتق الفاظ ۶۰ بار استعمال ہوئے ہیں، لفظ فتنہ عربی مصدر " فتن" سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگ میں پگھلانے کے ہیں۔

لغت میں یہ کلمہ، گمراہی، پرآشوبی، امتحان اور آزمائش جیسے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

راغب نے اپنی کتاب مفردات میں تحریر کیا ہے کہ فتنہ امتحان کے معنی میں ہے۔ جس کی اصل سونے کو آگ میں پگھلانا ہے جس سے خالص سونا نقلی سونے سے الگ ہوسکے۔ (راغب اصفہانی، ۱۳۸۹، لفظ فتنہ کے ذیل میں)

یہ لفظ ایسے مختلف مشتقات جیسے یفتنون، مفتنون، فتنا کی صورت میں استعمال ہوا ہے جس کے بارے میں سیاق آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختلف مقامات پر الگ الگ معنی ہیں:

۱۔ فتنہ شرک باللہ کے معنی میں

عنقریب تم ایک اور جماعت کو پاؤگے جو تم سے اور اپنی قوم سے امان چاہتے ہیں لیکن جب فتنہ (شرک) کی طرف انہیں دعوت دی جاتی ہے تو اس پر لبیک کہتے ہیں۔ (سورہ نساء، آیت ۹۱)

حالانکہ اگر ان پر چاروں طرف سے لشکر داخل کردئے جاتے اور پھر ان سے فتنہ (شرک) کا سوال کیا جاتا تو فوراً حاضر ہو جاتے۔ (سورہ احزاب، آیت ۱۴)

۲۔ فتنہ بلاومصیبت کے معنی میں

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں فتنہ بلاومصیبت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مفسرین نے ان مصیبتوں اور آزمائشوں سے دنیاوی مصیبتیں مراد لی ہیں اسی لیے فتنہ اور بلا (آزمائش) کو ایک قرار دیا ہے۔ البتہ وہ آزمائش جو مصیبتوں کے وقت ہوتی ہے۔ اسی لئے ان کا ماننا تھا کہ

بلا ومصیبت کبھی بھی ان کے دامن تک نہیں پہونچے گی یہی وجہ تھی جو وہ حقائق سے اندھے اور بہرے ہوگئے ہوئے ہیں۔ (سورہ مائدہ، آیت ۷۱)

اگر کوئی مصیبت چھوگئی تو دین سے پلٹ جاتے ہیں یہ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ میں ہیں۔ (سورہ حج، آیت ۱۱)

جو لوگ خدا کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان تک کوئی فتنہ (دردناک عذاب) پہونچ جائے۔ (سورہ نور، آیت ۶۳)

جب خدا کی راہ میں کوئی تکلیف ہوئی تو لوگوں کے فتنہ (مصیبت) کو عذاب الٰہی جیسا قرار دے دیا۔ (سورہ عنکبوت، آیت ۱۰)

خداوند عالم نے جو لوگوں کی مصیبتوں اور ان کی تکلیفوں کو فتنہ کا نام دیا ہے وہ اس زحمت کی بنا پر ہے جو ان میں محسوس ہوتی ہے۔

۳۔ فتنہ عذاب یا اخروی عذاب کے اسباب کے معنی میں

اگر فتنہ کسی محسوس مادہ کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی آگ میں پگھلانے کے ہوتے ہیں جیسے سونے اور چاندی کا تپایا جانا تاکہ اصلی و نقلی کی پہچان کی جاسکے یا اصلی و نقلی ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔

تو یہ وہی دن ہے جس دن اندازہ لگانے والوں کو جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا کہ اب اپنا عذاب چکھو اور یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی مچائے ہوئے تھے۔ (سورہ ذاریات، آیت ۱۳۔ ۱۴)

تو آگاہ ہو جاؤ یہ واقعاً فتنہ میں گرچکے ہیں (جہنم میں ڈال دے گئے ہیں)۔ (سورہ توبہ، آیت ۴۹)

۴۔ فتنہ۔ غفلت میں رکھنے اور تفرقہ پھیلانے کے معنی میں

فتنہ کے ایک اور معنی میں بھی ہے اور وہ ہے: لوگوں کو غفلت میں ڈال کر ان کے درمیان اختلاف پھیلانا۔ شیطان کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: اے اولاد آدمؑ کہیں شیطان تمہیں غافل نہ کردے جیسے تمہارے ماں باپ کو غافل کرکے جنت سے نکال دیا۔ (سورہ اعراف، آیت ۲۷)

منافقین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: وہ تمہارے درمیان بہت تیزی سے فتنہ پھیلاتے ہیں۔ (سورہ توبہ، آیت ۴۷)

خداوند عالم مومنوں کو متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتاہے : ہوشیار رہنا شیطان اور منافقین تمہارے ساتھ رہ کر تمہارے درمیان تفرقہ پھیلانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

۵۔ فتنہ آزمائش اور امتحان کے معنی میں

قرآن مجید میں یہ لفظ فتنہ زیادہ تر امتحان اور آزمائش کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے: آگاہ رہنا کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے امتحان اور آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ (سورہ انفال، آیت ۲۸)

ایک دوسری جگہ پر ارشاد ہوتاہے : تمہارے مال اور اولاد تمہارے امتحان کا ذریعہ ہیں۔ (سورہ تغابن، آیت ۱۵)

خیر اور شر جو امتحان الٰہی کا ذریعہ ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہوتاہے: کہ ہم اچھائی اور برائی سے تمہارا امتحان لیں گے۔ (سورہ انبیاء، آیت ۳۵)

ہم نے بعض کو دوسرے لوگوں کے امتحان کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ (سورہ فرقان، آیت ۲۰)

اسی طرح بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے امتحان کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ (سورہ انعام، آیت ۵۳)

اور ہم نے جہنم کا نگہبان صرف فرشتوں کو قرار دیا ہے اور ان کی تعداد کو کفار کی آزمائش کا ذریعہ بنادیا ہے۔ (سورہ مدثر، آیت ۳۱)

جو کچھ دونوں فرشتوں ہاروت اور ماروت پر بابل میں نازل ہوا ہے وہ اس کی بھی تعلیم اس وقت تک نہیں دیتے تھے جب تک یہ کہہ نہیں دیتے کہ ہم ذریعہ امتحان اور آزمائش ہیں۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۰۲)

بہر حال قرآن مجید میں کلمہ فتنہ اسی معنی میں مختلف سورتوں میں استعمال ہوا ہے اس تحریر میں صرف انہیں موارد پر اکتفاء کی گئی ہے۔

فتنہ کے جامع اور مشترک معنی

جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں ان تمام معنی میں قدر جامع (قدر مشترک) تلاش کرنا بہت بظاہر مشکل کام ہے لیکن ان تمام معانی کے درمیان ایک مشترک اور جامع معنی کو فرض کیا جاسکتا ہے اور اس کے لئے کلمہ فتنہ کے تمام مفاد کو ایک محسوس معنیٰ کی طرف پلٹانا ہوگا قرآن مجید میں اس کلمہ کے سب

سے زیادہ قابل حس معنیٰ اس آیت میں بیان ہوئے ہیں: "جس دن انہیں جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا"۔ (سورہ ذاریات، آیت ۱۳)

فتنہ گرم کرنے کے معنی میں ہے جس کا تعلق صرف اور صرف حس واحساس ہے۔ مفتون جو آیتوں میں آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص نفسیاتی طور پر پریشان ہو گیا اس کی نفسیاتی پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ اس کو امتحان سے گزرنا پڑا تھا اسی وجہ سے فتنہ کے لئے ایک اصلی معنی ماننا پڑے گا یعنی تپانا، پگھلانا، اس کے علاوہ دوسرے تمام معنی مجازی ہیں جن کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے اور اگر ان تمام مجازی معانی کا تجزیہ کیا جائے تو وہ مجازی معنی، انہیں پہلے اور اصلی معنی کی طرف پلٹیں گے، اس لئے کہ وہ تمام مواقع اپنے تجزیہ اور تحلیل کے مطابق ایک طرح سے پگھلانے اور تپانے کے مترادف ہیں۔ اگر انسان کو غفلت اور تفرقہ کی منزل میں قرار دیا جائے تو یہ بھی ایک طرح سے پگھلانا ہے۔ بلا ومصیبت اور اس طرح کے دیگر امتحان وآزمائش سے متعلق مفاہیم کا مطلب بھی یہی ہے کہ اضطراب وافتراق میں انسانوں کا پایا جانا، تاریخی انحرافات اور جنگ وجدال سے متعلق کسی بھی طرح کے حرکات وسکنات، اجتماعی انحرافات ان جیسے تمام معانی کہ جن کے ذریعہ ایک طرح سے صاحبان ایمان اور نمایاں صفات وکمالات کے مالک افراد امتحان کی منزلوں سے گزرتے ہیں یعنی وہ ایک طرح سے اجتماعی چالوں کا شکار ہو جاتے ہیں اسی لئے ارشاد ہوتا ہے: کیا لوگوں کا گمان ہے کہ اگر وہ صرف کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے ہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔ ہم نے ان سے پہلے والے لوگوں کا بھی امتحان لیا ہے اور ان کا بھی امتحان لیں گے تاکہ سچ بولنے والے اور جھوٹ بولنے والے ایک دوسرے سے الگ ہو سکیں۔ (سورہ عنکبوت، آیت ۲۔ ۳)

اس تجزیہ کی روشنی میں انسان کے لئے جو صورت حال پیدا ہوگی وہ ایک طرح سے تپانے اور پگھلانے کی کیفیت ہے جس طرح سے سونے اور چاندی کو پگھلایا جاتا ہے تاکہ اصلی اور نقلی کی پہچان ہو جائے۔ اور خالص سونے کی کوالٹی بڑھ جائے ہے اور زیادہ خالص ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اموال، ملائکہ ہر طرح کے حرکات پریشانیاں، اختلافات بُرے انسان اور نیک اور صالح انسان اور تمام وہ چیزیں جو اس موضوع سے متعلق ہوتی ہیں ان سب کو فتنہ کا نام دیا جاتا ہے، بہر حال فتنہ کے تمام معنی کے درمیان اشتراکی اور جامع معنی اور قرآن مجید کے تمام معنی میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور وہ مشترک و جامع معنی امتحان، آزمائش اور پگھلایا جانے یا جانا اور تپانا ہیں۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کی تمام چیزیں فتنہ آزمائش اور امتحان کا سبب بنتی ہیں۔

چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فتنہ کے لفظ میں ایک طرح کا دباؤ پوشیدہ ہے جس کا لازمہ انسان کی ترقی اور اس کا کمال کی طرف مائل ہونا ہے فتنہ ایک جامع امر ہے جس سے دنیا کے تمام انسانوں کو بہر حال دوچار ہونا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ اے اللہ میں فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اس لئے کہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو زندگی میں اس سے دوچار نہ ہو۔ لیکن جو شخص خدا کی پناہ میں رہنا چاہتا ہے وہ فتنوں کے وقت گمراہی سے پناہ چاہے۔ (صبحی صالحی، ۱۳۸۷، حکمت ۹۳)

مضلات فتن حقیقت میں ایسی چیزیں ہیں جن کے ذریعہ لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے اور انسانوں کو حق اور حقیقت کی راہ سے دور کردیتی ہیں، حق اور صحیح راستہ سے روک دیتی ہیں اور انہیں باطل، گمراہی و کجروی کی طرف لے جاتی ہیں۔

زندگی اور فتنہ کا باہمی ملاپ

جب انسانی تاریخ اور اس کے ماضی کے زمانے پر محققانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ہماری تاریخ کے تمام اوراق فتنوں سے بھرے پڑے ہیں۔ وہ فتنہ جس سے حضرت موسیٰ دوچار ہوئے یعنی سامری کا فتنہ، جناب ابراہیم جس فتنے میں مبتلا ہوئے یعنی اولاد کا فتنہ۔ خشک اور بے آب وگیاہ صحرا میں بیوی اور بچے کو تنہا چھوڑنے کا فتنہ۔ نمرود اور اس کی آگ میں ڈالے جانے کا فتنہ، فتنے جن سے حضرت عیسیٰؑ روبرو ہوئے۔ اسی طرح جناب نوحؑ، جناب صالحؑ، ہودؑ، اور جناب شعیبؑ کو درپیش فتنے ان سب سے بڑھ کر وہ فتنے جن میں جناب پیغمبر اسلامؐ مبتلا ہوئے۔

اسی طرح پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد وجود میں آنے والے مختلف فتنے جن سے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کو دوچار ہونا پڑا۔ حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلامؐ کی حیات بابرکت میں آپ کے فتنوں سے نجات حاصل کرنے والے طریقہ کار کو یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو بھیجا اپنے مشہور دین (اسلام) کے ساتھ جس کے ساتھ اس کی تائید میں مہر نبوت اور تحریر شدہ کتاب قرآن مجید تھی اور ایک روشن اور چکاچوند کردینے والا نور تھا اور ایک محکم اور مستحکم امر عطا فرمایا تاکہ شہاب کو ہر طرف کرے اور واضح دلائل وبراہین کے ذریعہ حجت تمام کرے۔ اور آیات الٰہی کے ذریعہ ڈرا سکے۔ اور اس کے تاریخی عتاب سے خوف زدہ کرسکے۔ اس نبی مکرمؐ کو اس دور میں بھیجا گیا جب لوگ فتنوں کی بھیانک تاریکی میں زندگی بسر کررہے تھے اس دور میں دینی

رابطے توڑے جاچکے تھے اور انسانی زندگی بکھری ہوئی اور پراکندہ تھی ایسی وحشت ناک زندگی سے باہر نکلنے کا راستہ انتہائی تنگ اور محدود ہوگیا تھا پھر بھی آپ نے انہیں اس سے باہر نکلنے اور ہدایت کی راہ دکھائی۔

فتنے کے نقصانات

سماجی، سیاسی اور عقائد کے فتنے انسانی سماج کے لئے انتہائی سنگین نقصانات کا سبب ہوتے ہیں۔ انہیں نقصانات اور خطرات کی بناپر ہی تمام اقدار منصوبے اور بلند مقاصد خاک میں مل جاتے ہیں۔ جیسا کہ رحلت پیغمبر اسلامؐ کے بعد وجود میں آنے والے نقصانات بہت خطرناک تھے کہ ان کے منفی اثرات اور منحوس نتائج کا سایہ آج تک باقی ہے اور آج تک اس کے درمیان سے نئے نئے فتنے اور شبہے جنم لے رہے ہیں گمراہیاں پیدا ہو رہی ہیں ان فتنوں کے نتیجہ میں جو نقصانات یا خطرات وجود میں آتے ہیں انہیں چند موارد میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ شبہات کا پیدا ہونا

اگر چہ ممکن ہے کہ فتنے خود شبہات کا نتیجہ ہوں لیکن خود فتنوں کا وجود شبہات کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: " جس وقت فتنے وجود میں آتے ہیں حق کو مشتبہ کردیتے ہیں اور جب فتنے ختم ہو جاتے ہیں تب ان سے واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ فتنے بعض شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور بعض شہروں سے گزرتے ہوئے چلے جاتے ہیں"۔ (صبحی صالحی، ۱۳۸۷ھ ص ۱۳۷، خطبہ ۹۳)

۲۔ فساد پھیلانا

فتنے اگر پہچانے نہ جاسکیں اور لوگ ان سے پار نہ پاسکیں تو وہ سماج میں فساد پھیلانے کا کام کرتے ہیں اور تمام چیزوں کو نیست و نابود کردیتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ اسلام میں بنی امیہ کے فتنوں نے تمام اقدار کو خاک میں ملادیا اور ہر طرح کے فساد اور تباہی و بربادی کا باعث قرار پایا۔

۳۔ سماج کے اتحاد کو نقصان پہونچانا

فتنے پورے سماج کو اپنے اندر سمالیتے ہیں اور اسے مختلف قسم کے نقصانات پہونچاتے ہیں اس لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: فتنے سے بچو اس لئے کہ وہ صرف تم پر ظلم کرنے والوں تک ہی نہیں پہونچتا ہے۔ (سورہ انفال، آیت ۲۵)

فتنہ برپا کرنے والے شروع میں اس بات کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ افراد کی شخصیت کو یہاں تک کہ خود انہیں جو ان کے خطرناک منصوبوں اور منحوس مقاصد کے پس منظر سے واقف ہوتے ہیں قتل کرکے اپنے راستے سے ہٹادیں۔

۴۔ فتنہ کا خود فتنہ کرنے والوں کو لے ڈوبنا

فتنہ برپا کرنے والے سوچتے ہیں کہ ان کے ذریعہ پھیلایا جانے والا فتنہ صرف مقابل کو نقصان پہونچا کر اسے تباہ وبرباد کرے گا اس کے ذریعہ خود انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا جبکہ ان کی یہ فکر بھی ان کے فتنہ کی طرح غلط اور گمراہ کرنے والی ہے۔ فتنہ کی چنگاری خود فتنہ کرنے والوں کو اپنا ایندھن بنا کر اسے راکھ میں تبدیل کردیتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جو فتنہ کی آگ بھڑکاتا ہے وہ خود اس کا ایندھن بن جاتا ہے۔ (صبحی صالحی، ۱۳۸۷ق، ص، ۴۲۰ و آمدی، ح ۷۷۸۲)

۵۔ حق وباطل کے معیار کو ختم کردینا

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب فتنے سر اٹھاتے ہیں تو وہ بہت سے امور کو مشتبہ کردیتے ہیں اور جب فتنوں کا طوفان خاموش ہوجاتا ہے تب حقیقت واضح اور آشکار ہوتی ہے۔ (صبحی صالحی، ۱۳۸۷ق، ص ۱۳۷، خطبہ ۹۳)

فتنوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خطرہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت تمام چیزیں مشتبہ ہوجاتی ہیں اور فتنہ کرنے والوں کے سربراہ جو سماج کے بظاہر نمایاں افراد ہوتے ہیں اپنی چال بازیوں سے تبلیغات اور پروپگنڈے کے ذرائع پر قبضہ کرکے پوری فضا اپنے حق میں کرلیتے ہیں اور اس طرح حق وباطل کو آپس میں خلط ملط کردیتے ہیں جیسا کہ تاریخ میں طلحہ اور زبیر کے حالات میں اس صورت حال کو واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں نے تمام امور کو مشتبہ کردیا اور حق کی جگہ باطل کو پیش کیا اور جمل کے میدان میں اکٹھا ہو کر عدالت کے سر پر ظلم وستم کی تلوار سے وار کیا۔

یہیں سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ فتنے شبہات کی آغوش میں کیونکر پروان چڑھتے ہیں اگر شبہات پیدا نہ ہوں تو فتنے بھی پیدا نہیں ہوں گے۔

۲۔ فضا کو آلودہ کردینا

فتنوں کا ایک اور بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے فضا مکدر ہو جاتی ہے اور اس آلودگی اور مکدر کے نتیجے میں لوگ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں جیسے اگر کوئی شخص کبھی خاک کے بھنور میں پھنس جائے تو وہ نہ خود کو کنٹرول کر سکتا ہے اور نہ ہی اس بھنور سے باہر نکل سکتا ہے۔ آخر کار حیران وسر گرداں ہو کر گمراہی اور تباہی وبربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اس کیفیت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وہ لوگ خاک کے بھنور بنکر گھومتے رہتے ہیں وہ بھنور جو بعض شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور بعض شہروں سے ہو کر گزر جاتی ہے تو بعض شہر گھاس کے تنکے کی طرح اڑ جاتے ہیں اور اس بھنور کے پیچ جس جگہ سے گزرتے ہیں اسے ویران کرتے چلے جاتے ہیں۔ (صبحی صالحی، ۱۳۸۷اق، ص ۱۳۷، خطبہ ۹۳)

فتنہ کرنے والوں کی باگ ڈور فتنہ کے بھنوروں کے ہاتھ میں ہے اس لئے کہ فتنے خود ان کے بس میں بھی نہیں ہوتے اور جب فتنہ بھڑک چکا ہوتا ہے تو وہ فتنے کے ہاتھوں میں اسیر ہو جاتے ہیں۔

خود غرضی اور دکھاوا

فتنہ، خود غرضی اور دکھاوے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ البتہ یہ خود غرضی اور خود پرستی اختلافات، اور افتراق کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ ریاست طلبی، دنیا پرستی، بدعتیں، غیروں کا آلہ کار بننا، شبھے پیدا کرنا، اختلاف ڈالنا، بغض وکینہ پھیلانا، قتل کرنا، غیر مہذب ثقافت کا رائج ہونا، جذبات کو بھڑکانا ہے۔ دین کو اپنی دنیا کے لئے وسیلہ بنانا وغیرہ جیسے نہ جانے کتنے خطرات پیدا ہوتے ہیں جن کی تفصیل سے چشم پوشی کی جارہی ہے۔

فتنہ کے اسباب

فتنہ پھیلانے کے مواقع اور فتنے کے اسباب کیا ہیں؟ اس پر روشنی ڈالنا بہت اہم ہے۔ اس سلسلے میں ہم یہاں دو باتوں کو واضح طور پر بیان کریں گے:

۱۔ حقیقت سے ناواقفیت

حقیقت، دینی تعلیم اور سماج میں موجود واقعات دونوں کو شامل ہے یعنی یہ کہ یہ واقعات حقیقت سے کتنے ہماہنگ ہیں اور ان میں کتنی حقیقت پائی جاتی ہے۔ ہمارے سماج میں رونما ہونے والے بہت سے واقعات بظاہر حقیقت نظر آتے ہیں لیکن اصل میں حقیقت کے بالکل خلاف اور متضاد ہوتے ہیں۔ حقائق سے ناواقف اور جاہل افراد، شک وتردید میں مبتلا ہوتے ہیں اور آخر کار ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہو جاتے

ہیں۔ جہالت ان امور میں سے ہے جو ہمیشہ حقائق کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے کہ جہالت انسان کی معنوی اور اخروی ترقی اور سعادت وکمال کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ جہالت ہے جو زندگی کی تباہی اور بربادی کی علامت ہوتی ہے۔

جہالت میں اگر ہٹ دھرمی پیدا ہو جائے تو اس کا خطرہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے اس لئے کہ جہالت صرف ناواقفیت ہے لیکن ہٹ دھرمی حقائق سے ٹکراؤ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

ضد اور ہٹ دھرمی جو جہالت سے بدتر ہے اس سے مراد تحقیق کی مخالف روح اور یہ ایک ایسی حالت ہے انسان کی زندگی کے سب سے مقدس عمل یعنی تحقیق کے جذبہ کو سلب کر لیتی ہے، اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح ضد اور ہٹ دھرمی، جہالت بدتر ہے اسی طرح تحقیق کا جذبہ علم سے بہتر ہے۔ علم اس وقت قابل احترام اور مقدس ہوتا ہے جب اس کے ساتھ ساتھ تحقیق کا جذبہ بھی پایا جاتا ہو اور تحقیق کا جذبہ تب ہی پیدا ہوتا ہے جب انسان اپنی کم علمی اور ناواقفیت کا معترف ہو۔ (مطہری، بی تا، ج ۳، ص ۳۳۵)

جہالت، تعلیم کا نہ ہونا اور معلومات سے ناواقفیت ہے، مسائل کو نہ سمجھ پانا، نتائج سے ناواقف رہ جانا ہے جہالت کا مطلب، حقیقت میں تجزیہ اور تحلیل کی صلاحیت کا نہ پایا جانا ہے۔ اس لئے کہ اگر انسان کے پاس معلومات کا ذخیرہ ہو لیکن قوت فہم وادراک نہ پائی جاتی ہو تو وہ صرف مطالب پر اکتفا کر لیتا ہے۔ ایسے افراد خطرناک اور موذی تحریکوں کا آلہ کار بن کر ان کے منصوبوں پر عمل درآمد کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اور ان کے ظلم وستم کی چکی ان کے کاندھوں پر ہی چلتی ہے۔ جس کا سب سے نمایاں نمونہ نہروان کے خوارج ہیں جو جاہل، ناواقف، دنیا سے بیزار عبادت گزار افراد تھے۔ خوارج کی ایک سب سے نمایاں خصوصیت ان کی جہالت اور نادانی تھی اور ان کی ظاہری جہالت اور غلطی، کا نمونہ قرآن مجید کی عبارت اس کا مجلد ہونا اور اس کے معنی میں فرق نہ کر پانا تھا اس لئے وہ معاویہ اور عمروعاص کے معمولی سے فریب میں آ گئے۔ (مطہری، بی تا، ج ۱۶، ص ۳۲۳)

اس طرح کے افراد اور گروہ کی جہالت کے خطرناک ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسے افراد چالاک اور مکار افراد کا آلہ کار اور اسلام کی بلند ترین مصلحتوں میں راہ کا روڑہ بن جاتے ہیں۔ اور ستم یہ کہ بے دین منافق، بے وقوف اور احمق مقدس افراد کو اسلامی مصلحتوں کے خلافت استعمال کرتے ہیں۔ (حوالہ سابق ص ۳۳۶)

دین کے اصول سے ناواقفیت ہی مذکورہ خوارج کی کہانی کا اصلی سبب ہے یعنی شریعت کا احکام اور دینی اصول سے ناواقفیت اور دینی مسائل میں روشن فہم وفکر سے بے بہرہ افراد ہی جو فتنہ پھیلانے والوں کا آلہ کار بن جاتے ہیں۔ اگر تاریخ پر دقیق نظر ڈالیں تو نظر آئے گا کہ تمام تاریخی واقعات میں حق کی ناکامی

اور باطل پر اس کے غلبہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ صرف اور صرف جہالت رہی ہے ایسے ہی جاہل افراد تاریخ کے پر اسرار اور اذیت ناک سازشیں رچنے والے فتنہ پروروں کا آلہ کار رہے ہیں اور حق وحقیقت کے خلاف نبرد آزما نظر آتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے محاذ حق کی شکست حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ اور دیگر معصومین علیہم السلام کی مظلومانہ زندگی، شیعہ تاریخ میں امامت کا مسئلہ انہیں جاہلوں کی جاہلانہ کرتوت کا نتیجہ تھی۔ اسی بنا پر جہالت وفکری جمود کے مقابلے میں جنگ وجہاد اور علم کی روشنی سے ذہنوں کو منور کرنا دوسروں کو زندگی عطا کرنے کے برابر اور ایک اہم ترین اسلامی کارنامہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام طالب علم کی توصیف اور بصیرت سے بے بہرہ جاہل کی مذمت میں جناب کمیل سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

بصیرت سے بے بہرہ دل ودماغ میں شبہ پیدا ہوتے ہی شک ایجاد ہو جاتا ہے۔ وہ اسے حیرانی وسرگردانی میں مبتلا کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں حق کی راہ میں صرف تھوڑے سے لوگ ہی باقی رہتے ہیں۔ (النعمانی، ۲۸، ۲۲ ۱۴)

حضرت علی علیہ السلام اپنے مشاہدات اور دوران امامت میں حاصل شدہ اہم تجربوں کی بنیاد پر جاہلوں کو ہر طرح کے فتنوں اور سازشوں کی آماجگاہ قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ چالاک وزیرک دشمنوں کے معمولی اشارہ پر فریب کھا جاتے ہیں۔

۲۔ اقتدار کی تمنا اور شہرت طلبی

اقتدار وحکومت کے بھوکے انسانوں کی جانب سے حق کے مقابلہ میں اقتدار کی تمنا اور شہرت طلبی بہترین حربہ ہے لیکن وہ لوگ حق سے مقابلہ کے لئے پہلے تھوڑا بہت حق کا چولا پہنتے ہیں پھر منافقت کرتے ہیں اور حق سے فائدہ اٹھاتے ہیں تاکہ بصیرت سے عاری جاہلوں کو اپنا مرید بنا کر اپنے بس میں کر لیں جیسا کہ حاکم شام نے خلوت میں دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مٹانے کے لئے صرف قسم ہی نہیں بلکہ اپنے باپ اور دادا کے نام کی قسم بھی کھائی لیکن اس نے اسی حق کی طاقت کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔

باطل، حق کا حق کی تلوار سے صفایا کرنے کا درپے ہوتا ہے۔۔۔ یہ وہی حق کی طاقت ہے جس کا وہ استعمال کرتا ہے جس طرح پیٹ کا کردار انسان کے بدن اور خون سے غذا حاصل کرنا ہے۔۔۔ ہر دور میں باطل نے حق سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس کی طاقت کا استعمال کیا ہے مثال کے طور پر سچائی حق ہے اور جھوٹ باطل۔ اگر کائنات میں سچائی نہ رہ جائے تو جھوٹ بھی ختم ہو جائے گا۔ (مطہری، ج ۲۳، ص ۴۴۳)

اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بے شک فتنوں کا آغاز ان خواہشات نفس سے ہوتا ہے جن کے لوگ تابع واسیر ہوتے ہیں اور ان احکام سے بھی ہوتا ہے جس کا تعلق بدعتوں سے ہوتا ہے اور ان ہی بدعتوں کے ذریعہ احکام الٰہی کی مخالفت کی جاتی ہے۔ پھر کچھ لوگ اسی کے جھانسے میں آجاتے ہیں اور ایک گروہ کی شکل اختیار کرکے دین خدا کے برخلاف لوگوں پر حکومت کرنے لگتے ہیں۔ اب اگر باطل، حق سے بالکل الگ ہوگا اور حق کا چہرہ نہ اپنائے تو حق پسند لوگ منحرف وگمراہ نہیں ہوں گے۔ اور اگر حق کی آمیزش باطل سے جدا ہو کر آزاد ہو جائے تو بد فکروں کی زبان ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گی۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ حق وباطل کو جب تھوڑا تھوڑا ایک دوسرے سے مخلوط کردیتے ہیں تو شیطان اپنے دوستوں پر مسلّط ہو جاتا ہے۔ اور وہ بچ نکلتے ہیں۔

اس سلسلہ کے آخری تجزیہ پر ہم اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ دینی استحصال اور معاشرہ میں دینی تعلیم کی ناکامی کی اصل وجہ مذکورہ گروہ ہے یعنی اپنی ہٹ دھرمی اور منجمد فکر پر قائم رہنے والے جاہل اور ہر طرح کے دینی افکار ونظریات سے عاری، حق وانصاف سے خالی اقتدار پسند لوگ بلکہ ذاتی مفاد کے اسیر، تاریخ کے زور گو وظالم اور حکومت واقتدار کے لئے کسی حد تک گزر جانے والے لوگ کہ البتہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ تمام لوگ مدعی دین ہیں اور اپنی شیطانی آرزؤں تک پہونچنے کے لئے دین کا استعمال کر رہے ہیں۔

فتنوں سے گزر جانے میں بصیرت کا کردار

اس میں شک نہیں ہے کہ فتنوں، آزمائشوں اور بحرانوں کی کشاکش میں اور سیاسی، سماجی مشکلوں میں، طاقت وقوت، جوہر ایمان، عقل وخرد کا استحکام وپختگی اور حقیقت پسند وحقیقت پرست مردوں کی ثابت قدمی، ظاہر وآشکار ہوتی ہے۔ غداروں، مکاروں اور فریب کاروں کے بھڑکائے ہوئے ان مہلک فتنوں کے دوران کہ جن کا نشانہ لوگوں کا دین وایمان ہوتا ہے ان ہی میں انسان کی حقیقت کا جوہر نمایاں ہوتا ہے۔

جو عامل وعلت ایسی حقیقت کا سبب ہوتی ہے اسے بصیرت کہتے ہیں بحث کی ابتداء میں ہم اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں کہ فتنوں اور مشکلوں کے دوران بصیرت کا فقدان، نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

بصیرت وروشن بینی، آزمائشوں سے گزرنے میں بے مثال کردار ادا کرتی ہے۔ جیسا کہ بلند بصیرت اور عمیق نظری کی بنا پر حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

اے لوگو! جان لو کہ میں نے تاریکی چھا جانے اور شدید ہو جانے کے بعد فتنہ کی آنکھوں کو اس کے کاسۂ سر سے نکال لیا ہے۔ حالانکہ کسی دوسرے میں اس کی جرأت نہیں تھی۔ (صبحی صالح ۱۳۸۷ھ، ۱۳۷، خطبہ ۹۳)

حضرت علی علیہ السلام نے معاشرہ کو فتنہ سے نکالنے کے لئے اہم اقدام کئے ہیں۔ جمل کے واقعہ میں آپ نے بے حس اور غیر جانب دار بننے والوں کو مخاطب کیا ہے اور بارہا طلحہ وزبیر سے گفتگو کی ہے یہاں تک کہ آپؑ اس بات پر بھی تیار ہو گئے تھے کہ اپنی ذاتی ملکیت میں سے انہیں کچھ دیدیں تاکہ وہ حرص وطمع میں نہ پڑیں اور مال جمع کرنے کی فکر چھوڑ دیں اور فتنوں کے سر ابھارنے کا سبب نہ بنیں۔

ایک خطبہ میں آپؑ نے اہل کوفہ کو درس بصیرت دینے کی غرض سے خطاب کرتے ہوئے فتنہ پرور لوگوں کو اس طرح رسوا کیا ہے:

اے گروہِ عرب! تم اب بھی ایسی بلاؤں سے نشانہ پر ہو جو قریب آچکی ہیں، نعمتوں کے نشہ سے پرہیز کرو اور ایسی بلاؤں سے ڈرو جو تمہارے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ حوادث کے گرد وغبار میں حقیقت کو صحیح طریقہ سے نہیں دیکھا جاسکتا، فتنوں کی کجروی سے ہوشیار رہو۔ جس وقت فتنہ سر ابھار رہا ہو اور اس کا باطن ظاہر ہو رہا ہو، اس کا کھونٹا مضبوط ہو رہا ہو اور اس کی چکی اپنے محور پر استوار ہو رہی ہو اس وقت تم باریک بینی اور بصیرت سے کام لو۔ فتنے خفیہ راستوں سے شروع ہوتے ہیں اور بتدریج شدید وآشکار ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ ان کا آغاز جوانوں کے شباب جیسا ہوتا ہے۔ لیکن فتنوں کے آثار نقش کالحجر ہوتے ہیں۔ ظالم ان فتنوں کو آپسی عہد وپیمان کے مطابق ایک دوسرے سے میراث میں پاتے ہیں ان ظالموں میں سے پہلا ان کے آخر کا رہبر وقائد ہوتا ہے اور ان کا آخر پہلے کی پیروی کرتا ہے۔ یہ پست دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور اس پر ایسے ٹوٹتے ہیں جیسے بدبودار مردہ پر کتّے ٹوٹتے ہیں لیکن زیادہ وقت نہیں گزرتا ہے کہ ہر مرید اور رہبر اپنے پیروؤں سے بدظن ہو جاتا ہے اور وہ بغض وکینہ کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور ملاقات کے وقت ایک دوسرے پر لعنت وملامت کرتے ہیں۔ دیکھو اس کے بعد لرزہ براندام کر دینے والا کمر شکن اور تباہ کن فتنہ سر اٹھائے گا۔ اس وقت جب یہ فتنہ سر اٹھائے گا اس وقت دل استقامت کے بعد ٹیڑھے ہو جائیں گے، عقائد مشتبہ ہو جائیں گے، جو شخص ان سے مقابلہ کے لئے اٹھے گا یہ اس کی کمر توڑ دیں گے اور جو ان فتنوں کو دبانے کی کوشش کرے گا یہ اسے نابود کر دیں گے۔ (صبحی صالح ۱۳۸۷ھ، ص ۲۱۰، خطبہ ۱۵۱)

دینی معلومات، بصیرت کا سرچشمہ

صاحب عقل ونظر کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ دین، فہم کی حد تک، خود بصیرت کا سرچشمہ ہے۔ دین کے عدم ادراک سے بصیرت کا فقدان ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے دین میں تفقہ کے نام سے ایک مسئلہ پیش کیا ہے کہ جس کے معنی در حقیقت دینی علم سے کہیں زیادہ بلند ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دینی علم اور دینی تفقہ الگ الگ ہیں۔ علم کا ایک عام مفہوم ہے یہ ہر ان معلومات کو شامل ہے جو دین کے بارے میں حاصل ہوتی ہوں۔ اور اگر دین ان معلومات کی بنیاد ہو تو انہیں دینی علم کہتے ہیں۔ مثلاً دینی تاریخ، معاشرہ، دین شناسی، دینی فقہ، کلام دینی وغیرہ۔ لیکن فقہ کا مفہوم اس سے وسیع ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دینی علم کا حامل ہو لیکن حقیقت میں اس نے تفقہ نہ کیا ہو۔ کیونکہ تفقہ، عمیق فہم، ہمہ جہت اور خالص دین ہے۔

قرآن مجید، رسول اکرمؐ اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے ماثور روایات میں، دین میں تفقہ کا مکرر امر ہوا ہے۔ ان روایات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مسلمان تمام امور میں گہرائی اور کمال بصیرت کے ساتھ اسلام کا ادراک کریں۔ البتہ دین میں تفقہ، جوکہ اسلام کا مطمح نظر ہے، تمام اسلامی امور کو شامل ہے۔ چاہے وہ اسلامی اعتقاداتِ کے اصول اور اسلامی کائنات سے مربوط ہوں یا اخلاقیات، اسلامی تربیت یا اسلامی سماجیات یا اسلامی عبادات یا اسلام کے شہری قوانین اور یا انفرادی واجتماعی زندگی میں خاص اسلامی آداب سے مربوط ہوں۔ (مطہری، ۱۵، ۱۳۷۵ش)۔

دین کا عمیق اور ہمہ جہت ادراک اور پھر اس کو معاشرہ میں پہونچانا (جوکہ حقیقت میں دینی علماء اور دین کے بلند مفاہیم کو بیان کرنے والے نمایاں لوگوں کی ذمہ داری ہے) اجتماعی نظام میں ایک اہم کام ہوگا یعنی دین کو اس کی تمام جہتوں کے ساتھ بیان کیا جائے اور سطح بینی کو چھوڑ دیا جائے اور اعتقادی حلقہ پر اکتفا نہ کی جائے تو اس فضا میں ایسی شخصیتیں پرورش پائیں گی جو درج ذیل اہم امور کو انجام دے سکیں گی:

۱۔ عقیدتی اور بامقصد جہاد سے موانع کو برطرف کرنا: حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: صدرِ اسلام کی جنگیں جو تمام اطراف وجوانب کو مد نظر رکھ کر لڑی جاتی تھیں، درحقیقت وہ عقیدتی وبامقصد اور آئیڈیالوجیکلی جنگ تھیں اور ان میں کامل فہم اور عمیق بصیرت سے کام لیا جاتا تھا وہی جنگ وجہاد کامیابی سے ہمکنار ہوتے تھے جو جاہلی مشترک عقائد کی جگہ اسلامی عقائد کو پیش کرتے تھے۔

وحی کی آیات کے نزول کے ذریعہ ان کی بصیرتیں درخشاں ہوتی تھیں اور قرآن کی خالص و صحیح تفسیر ان کے کان میں رس گھولتی تھی انہوں نے اپنی بصیرتوں کو تلوار پر حمل کیا۔ (صبحی صالح ۱۳۸۷ھ ص۲۰۹، خطبہ ۱۵۰)۔

۲۔اقتدار آفرین فہم: بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ایسا فہم وشعور اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ اس طرح کا شخص دوسو یا اس سے زیادہ کے برابر ہو۔ (یعنی اکیلا دوسو کا مقابلہ کر سکے)۔

۳۔حق کی صفوں کا باطل سے جدا ہونا اور دین میں باطل کی شمولیت کا نہ ہو: ایسا فہم وشعور حق کی صفوں کے باطل سے جدا ہونے اور دین میں باطل کے شامل نہ ہونے کا سبب ہوتا ہے۔

۴۔سر اٹھانے سے پہلے فتنوں کو پہچاننا: عمیق وہمہ جہت فہم وشعور کے ذریعہ دینی معاشرہ میں سر اٹھانے والے فتنوں کو ابتداء ہی میں پہچان لیا جاتا ہے اور انہیں اولین فرصت میں دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۵۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو عام کرنے میں شریک ہونا: اس طرح کا بصیرت آمیز فہم اس بات کا سبب بنتا ہے کہ متدین اور دیندار افراد اپنی دینی ہویت وشناخت سے دفاع کریں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متروک فریضہ میں اجتماعی طور پر شرکت کریں۔

فتنہ کے دوران بصیرت کی علامتیں

فتنہ پردازی، قتل سے بڑا جرم ہے چونکہ یہ انسانوں کے انسانی اقدار اور حق کی نابودی کا اہم ترین سبب ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے فتنہ کو قتل سے بڑا جرم قرار دیا ہے۔ "اَلْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ" (سورہ بقرہ، آیت ۲۱۷) فتنہ قتل سے بڑا جرم ہے۔ فتنہ وفساد کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی خلافت وحکومت کے دعویداروں کی صورت میں ہوتی ہے۔ کبھی حکومت الٰہیہ کی تباہی وبربادی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے کہ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اجتماعی میدان میں تفرقہ وتشتت، دشمنی وکینہ توزی اور کجروی پیدا ہوتی ہے۔ بصیرت فتنہ شناسی اور اسے دفع کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ البتہ صرف بصیرت کا نعرہ کافی نہیں ہے بلکہ میدان عمل میں بھی اس کے لئے قدم اٹھانا چاہئے۔ بصیرت یابی اور اس کا حصول خود کو علامتوں اور نشانیوں سے پہنچوا دیتا ہے۔ اس کی علامت ونشانی درج ذیل ہیں:

ا۔حق کی پہچان اور باطل سے اس کا ٹکراؤ

حق وباطل کو پہچاننا اور حق کے محاذ میں شامل ہونا اور باطل سے جنگ کرنا، بصیرت اور اس سے متصف ہونے کی اہم ترین علامت ہے۔ بصیرت کے سبب انسان اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ حق وباطل کے محاذ میں فرق کا قائل ہو جاتا ہے۔

جب کوئی معاشرہ آرام واطمینان سے مالا مال ہو یعنی کسی بڑے امتحان وآزمائش سے نہ گزرا ہو تو انسان تمام لوگوں کو یکساں محسوس کرتا ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، سب کو ایک دوسرے کی شبیہ سمجھتا ہے، سب کو ایک دوسرے کے مانند خیال کرتا ہے یہاں تک کہ معاشرہ کسی شدید حادثہ یا قرآن کی زبان میں کسی امتحان سے دوچار ہو جائے اور ایک وقت انسان اس معاشرہ کو دیکھتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے لوگوں کو چھلنی سے چھانا گیا ہے، پتلے دبلے ایک طرف اور موٹے تازے ایک طرف ہو گئے ہیں۔ کچھ ادھر تو کچھ ادھر ہو گئے ہیں یا آج کی اصطلاح میں یوں کہا جائے کہ صفیں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتی ہیں۔ ایک لحاظ سے یہ بہت افسوس کی بات ہے چونکہ ایک مرتبہ انسان یہ دیکھتا ہے کہ جن لوگوں سے کسی بات کی توقع نہیں تھی وہ حقیقت میں بھی ویسے ہی نہیں لیکن باریک بیں لوگوں کے نقطۂ نظر سے یہ کہنا چاہئے کہ اچھا ہوا کہ صفیں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔ جب صفیں الگ ہو گئیں تو پاک الگ اور گندے جدا ہو گئے ظاہر ہے پاک لوگوں کا انجام نیک ہوگا اور نجس لوگ جہنم میں جائیں گے:
"فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ" (سورہ انفال، آیت ۳۷؛ مطہری، ص ۵۲، ۱۳۸۱)

معاشرہ میں حق وباطل کے درمیان ہونے والی شدید رسہ کشی اور اختلاف کے جو فوائد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ صفیں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتی ہیں۔ یہ بات اچھی ہے کہ صفیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں چونکہ اس صورت میں اہل بصیرت اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ (مطہری، ص ۲۴۲، ۱۳۷۸)۔

صفوں کا جدا ہونا، بصیرت کا نتیجہ ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ حق باطل سے جدا ہو جاتا ہے اور فرد اپنے برحق موقف پر قائم واستوار رہتا ہے اور فتنوں کے مہلک حوادث میں نابود نہیں ہوتا ہے۔

تاریخ اسلام میں ایسے بھی غم انگیز حوادث رونما ہوئے ہیں کہ لوگوں نے اپنی بصیرت کو گنوا دیا اور حق وباطل کی شناخت سے محروم ہو گئے۔ مثلاً ربیع بن خثیمی کہ جس نے اپنی قبر خود کھودی تھی، روز جاتا تھا قبر میں اترتا تھا اور خود سے کہتا تھا: یاد رکھو کہ تمہارا آخری ٹھکانہ یہی ہے۔

یہی شخص امیر المومنینؑ کے عہدِ خلافت میں آپ کی فوج میں شامل تھا۔ ایک روز امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: "یا امیرالمومنین انا شککنا فی هٰذا القتال" اے امیر المومنینؑ اس جنگ کے بارے میں ہمیں شک ہے۔ "اِنَّا" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنہا نہیں تھا۔ ایک جماعت کا نمائندہ تھا۔ ہم کو اس بارے میں شک ہے کہ یہ جنگ شرعی ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم اہل قبلہ سے جنگ کر رہے ہیں، ہم ان لوگوں سے لڑ رہے ہیں جو ہماری طرح کلمہ شہادتین پڑھتے ہیں، ہماری مانند نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح قبلہ رو کھڑے ہوتے ہیں۔ (مطہری، ص ۱۳۳، ۱۳۷۴) یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ

جنگ صفین میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہ ہرگز حق کی معرفت نہیں رکھتے تھے۔ معاویہ وعمروعاص کے مکروحیلہ سے انہوں نے نیزے پر قرآن بلند کیا اور علیؑ کے مخالف محاذ میں شامل ہوگئے۔ یہی لوگ مسئلہ حکمیت اور فرقۂ خوارج کے وجود میں آنے کا سبب بنے ہیں۔

لیکن اسی جنگ میں ہم عمار یاسر کو دیکھتے ہیں جو ایک شک کرنے والے کے جواب میں کہتے ہیں: یہ جھنڈا جو میں تمہارے مقابلہ میں دیکھ رہا ہوں اس کو میں نے زمانۂ رسولؐ میں تین بار اسی شخص (عمرو بن عاص) کے ہاتھ میں رسولؐ کے مقابل دیکھا ہے۔ یہ چوتھی بار ہے۔ جان لو کہ یہ کفر کا محاذ ہے اور ہمارا محاذ ایمان کا محاذ ہے۔ (نصر بن مزاحم، ص ۲۰۴، ۱۳۶۵)

ایسا مقابلہ حق کی قطعی شناخت کا نتیجہ ہوتا ہے، یہ عمار کے ذریعہ انجام پایا ہے جو کہ اعلیٰ بصیرت کے حامل ہیں۔

۲۔ یقین کی بنیاد پر عمل

فتنہ کے دوران سرحدیں ختم ہوجاتی ہیں، صفیں پراکندہ ہوجاتی ہیں، صف بندیاں صرف ایک دکھاوا ہوتی ہیں۔ حقیقت سب کے لئے قابل تشخیص نہیں ہے۔ بصیرت رکھنے والا انسان یقینی امور کو اپنی گردش کا محور ومعیار قرار دیتا ہے۔ اپنے نفس پر اعتماد کرتے ہوئے قدم اٹھاتا ہے۔ قرآن مجید اور روایات اسی کو سیدھا اور بہترین راستہ قرار دیتے ہیں کہ بصیرت رکھنے والا انسان بغیر کسی شک وشبہ کے یقین اور نفس پر اعتماد کے تحت عمل کرتا ہے۔

"یقیناً جان ومال کے ذریعہ تمام انسانوں کا امتحان ہوتا ہے اور تم ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے آسمانی کتابیں دی گئی ہیں اور بعض مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنوگے اور اگر آپ استقامت وثبات سے کام لیں اور تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں (تو یہ بہتر ہے) کیونکہ استقامت وتقویٰ اہم چیز ہے۔ (سورہ آل عمران، آیت ۱۸۶)

انہیں باتوں کو حضرت علیؑ نے بھی نہج البلاغہ میں بیان فرمایا ہے: یقینا جس شخص کے لئے وعظ ونصیحت روشن ہوگی (اس کا راستہ بھی معین ہوگا) تقویٰ اسے آئندہ کی عقوبتوں کے پیش نظر شبہات وشکوک سے بچاتا ہے۔ (وہ یقین کے مطابق عمل کرتا ہے اور حق تک پہونچ جاتا ہے۔ (صبحی صالح، ص ۵۷، ۱۳۸۷ھ)

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام صاحبان بصیرت کو دل کی گہرائی سے یاد کرتے ہیں اور ان کی اچھی یاد پر قدر کرتے ہیں: کہاں ہیں میرے وہ بھائی جنہوں نے حق کی راہ میں قدم اٹھایا اور حق کے راستہ پر

چلے گئے۔ کہاں ہیں عمار؟ کہاں ہیں ابن تیہان کہاں ہیں ذوالشہادتین اور عمار جیسے لوگ کہاں ہیں؟ میرے وہ بھائی کہاں ہیں؟ جنہوں نے موت سے عہد و پیمان کیا اور ان کے سر (ہدیہ کے طور پر) ذلیل و فاجر اور ظالم کے سامنے پیش کئے گئے۔ (صبحی صالح، ۱۳۸۷، ص ۲۶۴، خطبہ ۱۸۲)

حضرت علیؑ سے ان کلمات کی روایت کرنے والے نوف بکالی کہتے ہیں: اس کے بعد حضرت علیؑ نے دست مبارک سے اپنی داڑھی کو پکڑا اور دیر تک روئے پھر فرمایا: ہاے میرے وہ بھائی جنہوں نے قرآن پڑھا اور اسے حکم بنایا۔ واجبات کے بارے میں غور کیا اور معرفت کے ساتھ انہیں بجالائے۔ انہوں نے سنتوں کو زندہ کیا اور بدعتوں کا گلا گھونٹ دیا۔ انہیں جہاد کے لئے پکارا تو انہوں نے لبیک کہا وہ اپنے قائد ورہبر پر ایمان رکھتے تھے اور اس کی اطاعت کرتے تھے۔

۳۔ منحرف لوگوں کے مقابلہ میں جرأت وہمت کا مظاہرہ

بصیرت کا بنیادی ستون دشمن شناسی اور منحرف لوگوں کی شناخت ہے، اور یہ ان اسباب میں سے ایک ہے کہ جن کا حامل انسان اپنے داخلی اور خارجی دشمنوں کے مقابلہ میں انقلاب اور جرأت مندانہ اقدام کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؑ نے ایسی ہی بصیرت کے نتیجہ میں فرمایا ہے:

میں نے فتنہ کی آنکھوں کو اس کے کاسۂ سر سے نکال لیا ہے۔ میرے علاوہ کسی دوسرے میں اس کام کی جرأت وہمت نہیں تھی۔ (صبحی صالح ۱۳۸۷ھ، ۱۳۷، خطبہ ۹۳)

نہروان کے خوارج کے فتنہ کے بارے میں حضرت علیؑ نے خوارج کے انحراف کی بنا پر ان کی بظاہر حق پر مشتمل باتوں کو فیصلہ کا معیار قرار نہیں دیا بلکہ ہمیشہ ان کی کج فہم باتوں کا جواب اس طرح دیا: بات حق ہے لیکن اس سے ان کی مراد باطل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قانون بنانا خدا کا کام ہے۔ لیکن خوارج یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی بھی حکومت نہیں کرسکتا اور اس کے علاوہ کوئی بھی امیر نہیں ہوسکتا۔ بہرحال لوگوں کو حاکم کی احتیاج ہے خواہ حاکم نیک ہو یا بد۔ (یعنی اگر نیک حاکم نہ ہو تو بد سہی لیکن اس کا ہونا ضروری ہے) ایسے حاکم کی حکومت میں مومن اپنا کام خدا کے لئے انجام دے گا اور کافر اپنی دنیوی زندگی سے بہرہ مند ہوں گے۔ راستے پرامن ہو جائیں گے یہاں تک کہ خدا اس کا قصہ ختم کردے گا۔ کمزور وناتواں کا حق ظالم وشہ زور سے لے لیا جائے گا یہاں تک کہ نیک لوگوں کو آرام نصیب ہوگا اور بدکاروں کے شر سے نجات پائیں گے۔ (صبحی صالح ۱۳۸۷ھ، ۸۲، خطبہ ۴۰)۔

بابصیرت اور حقیقت بین اشخاص اپنے (نفس) سے جنگ کرتے ہیں شک وتردید نہیں کرتے یعنی انحرافی اور خطرناک افکار و نظریات سے جنگ کرنا ایک الٰہی تحریک ہے کیونکہ انحرافی افکار وخیالات شیطان اور دشمن کے حربے ہیں۔

۴۔افق دید کا اونچا اور بلند ہونا (دور اندیشی)

بابصیرت لوگ بلند نظر اور دور اندیش ہوتے ہیں۔حوادث کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کا سراغ لگالیتے ہیں بلکہ ان کا مشاہدہ کرلیتے ہیں۔

دوراندیشی اس بات کا سبب ہوتی ہے کہ اس کا حامل انسان حوادث کی گہرائی کو دیکھ لے اور ظواہر پر اکتفانہ کرے۔اس مقولہ کے معنی یہ ہیں کہ بابصیرت انسان نے بلند نظری کو حاصل کرلیا ہے اور وہ فتنہ کی امواج کو ہر لباس وپیرایہ میں دیکھ لیتا ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

اے لوگو! کشتی نجات کے ذریعہ فتنہ کی موجوں کو کچل دو اور اختلاف وانتشار سے پرہیز کرو، فخر فروشی کے تاج کو اتار دو، وہ کامیاب ہوا جو مددگاروں کے ساتھ کھڑا ہو یا کنارہ گیری کرکے لوگوں کو آرام بخشے۔ایسی حکومت وحکمرانی کی مثال گندے پانی اور گلے میں پھنسنے والے لقمہ کی ہے۔اور جو شخص کچا پھل توڑتا ہے وہ اس کاشتکار کی مانند ہے جو دوسرے کی زمین میں کھیتی کرتا ہے۔میں ایسے حالات سے دوچار ہوں کہ اگر میں کچھ کہتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ حکومت کے حریص ہیں اور اگر خاموش رہتا ہوں تو کہتے ہیں: کہ موت سے ڈرتے ہیں۔ہرگز میں کہاں! اور خوف کہاں؟ان شدید جنگوں اور ناگوار حوادث کے باوجود خدا کی قسم ابوطالب کا فرزند راہ خدا میں موت سے اس سے کہیں زیادہ مانوس ہے جتنا بچہ ماں کے پستان وآغوش سے مانوس ہوتا ہے۔میں نے جو خاموشی اختیار کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خفیہ علوم وحوادث سے آگاہ ہوں۔اگر میں انہیں بیان کردوں تو تم اس طرح تھرتھراؤ گے جس طرح گہرے کنوؤں میں رسّی تھرتھراتی ہے۔(صبحی صالح ۱۳۸۷ھ، ص ۵۲، خطبہ ۵)۔

اسلامی معاشرہ کے امام وقائد کا مخلصانہ اتباع

اسلامی معاشرہ کے امام وقائد کے اتباع کی ضرورت ہے، اعتقادی وفکری اور سماجی وسیاسی دونوں پہلو اہم ترین مسائل میں سے ہیں۔جو اسلام کے سیاسی ومعرفتی نظریہ میں بیان ہوئے ہیں۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص خدا پر عقیدہ رکھتا ہے اور خود کو عبادت کے ذریعہ اس سے قریب کرنا چاہتا ہے اور قربت کے حصول کے لئے مشقت و سختی برداشت کرتا ہے تو وہ جان لے کہ عادل امام ور ہبر کے بغیر اس کی یہ کوشش مستحسن نہیں ہے۔ (خدا اس کی سعی و عبادت کو قبول نہیں کرے گا) حقیقت میں، وہ گمراہ وسرگرداں ہے اور خدا اس کے اعمال پر اسے ملامت کرتا ہے، اس کی مثال اس بھیڑ کی ہے جو اپنے چرانے والے اور گلہ سے بچھڑ گئی ہے۔ (کلینی ۱۳۸۷ھ، ج۱، ص ۲۳۰)

انحرافات، فتنے، تحریفیں اور بدعتیں اس جگہ پیدا ہوتی ہیں جہاں اسلامی معاشرہ میں (غیبت کے زمانہ میں) امام برحق اور عادل رہبر کا اتباع نہیں کیا جاتا، افراد اور گروہوں کا اصل امام و قائد سے منحرف ہونا اور اسلامی معاشرہ کے رہبر کی سیرت وہدایتوں سے منہ موڑنا اس بات کا سبب ہوا کہ اسلام کا سطحی مفہوم ابھر کر سامنے آئے اور اسی کو حقیقت سمجھا جائے۔ چنانچہ یہی چیز تباہ کن بحرانوں اور فتنوں کا سبب ہوتی ہے۔ اس حادثہ کے بعد اسلامی عقائد ودین میں بدعتوں کے ریشے پھیل گئے اور سماجی سطح پر بحران پیدا ہوگئے۔ صحیح اور حق رہبر و قائد کا مخلصانہ اتباع معاشرہ کو فتنوں، بدعتوں، انحرافات اور تحریفوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

دینی بصیرت خود اسلامی قیادت کے اتباع میں ظاہر ہوتی ہے جو کہ معاشرہ کا مرکز و محور ہے۔ آج ولی فقیہ کا اتباع خالص اسلامی امامت کا اتباع ہے جس کے بارے میں حضرت علیؑ نے فرمایا ہے:

اے لوگو! تم نے تاریکیوں میں ہمارے وسیلہ سے ہدایت پائی ہے اور افتخار کی بلندی پر پہونچے ہو اور ہماری وجہ سے تمہیں مشکلوں سے نجات ملی ہے۔ بہرے ہو جائیں وہ کان جو حق کی بلند آواز کو نہیں سنتے، وہ لوگ دھیمی آواز کو کیا سنیں گے جو بلند آواز بھی نہیں سنتے ہیں! وہ دل اور زیادہ استوار و مضبوط ہو جائے جو مسلسل خوف خدا میں دھڑکتا ہے، میں تو شروع سے ہی تمہارے عذر و مکر کا منتظر تھا اور تمہارے چہروں پر فریب خوردہ جیسے لوگوں کے آثار دیکھ رہا تھا، مجھے دین کی چادر نے تم سے پوشیدہ کر دیا ہے لیکن میری نیت کی صداقت نے تمہارے چہرے سے نقاب اٹھا دی ہے اور تمہارا حقیقی چہرہ دکھا دیا ہے میں تمہاری ہدایت کے لئے حق کے راستہ پر کھڑا ہو گیا، جب بے راہ روی وضلالت ہر طرف سے بڑھ رہی تھی اور تم حیرانی وسرگردانی کی حالت میں ہر راستہ پر چل دیتے تھے اور تم پیاسے تھے، تم زمین کھودتے تھے لیکن پانی نہیں پاتے تھے۔ (صبحی صالح ۱۳۸۷ھ ص ۵۱، خطبہ ۴)

آپ کے یہ جملے کوفیوں کے ذہن ودماغ پر ہتھوڑے کی مانند پڑے یہ وہی لوگ تھے جو امام حق کا اتباع نہ کرکے گمراہی وضلالت میں مبتلا ہو گئے تھے۔

رہبر کا اتباع کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ راہ اور بلند مقصد کو پانا پھر اس پر چلنا ہے اور اگر ایسا ہو جائے تو یہی روشن بصیرت کی دلیل ہے یہی طریقۂ کار کمال، مشکلات سے نجات، سرفرازی اور اسلامی معاشرہ کی عزت کا سبب ہوتا ہے۔

نتیجہ

بصیرت وروشن خیالی فتنہ سے گزرنے کے لئے واضح معیار اورالٰہی وپیغمبرانہ خصوصیت ہے۔ بصیرت انسان کی باطنی آنکھ ہے۔ یہ دینی زندگی کی ضرورت، حفاظت کی ضامن اور سلامتی وبقا ہے۔ کیونکہ معاشرہ میں فتنہ کے اسباب پائے جاتے ہیں، دینی افکار سے ٹکرانے والی طاقتیں، اندر اور باہر سے اسلامی فکر کو نشانہ بناتی ہیں اور فتنہ کو وجود دیتی ہیں۔ ایسی صورت حال میں بصیرت پرآشوب فتنوں سے گزر جانے کا سبب ہوتی ہے، فتنہ کے دوران بصیرت چند اہم نتائج دیتی ہے:

۱۔ فتنوں اور سازشوں کی شناخت

۲۔ نجات اور منفعت بخش عبرت

۳۔ معیار واصول کی بنیاد پر رہائی دینے والا عمل

۴۔ حقیقت یابی (حق بات تک پہونچنا)

اسی طرح اس نوشتہ میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ فتنہ کے چند ناخوش آیند نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں:

۱۔ شک وشبہ کی بیماری لگ جاتی ہے

۲۔ پوری اجتماعی روش ورفتار پر ضرب لگاتا ہے۔

۳۔ اجتماعی مزاج میں انتشار پیدا کرتا ہے۔

۴۔ فتنہ گروں کو کھالیتا ہے (رسوا وذلیل کرکے نظروں سے گرادیتا ہے)

۵۔ حق وباطل کے معیاروں کو ختم کردیتا ہے۔

۶۔ فضا کو گندہ اور ناخوشگوار کرتا ہے۔

۷۔ خودپرستی اور خودخواہی کا مظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح اس مقالہ میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ کچھ عوامل ایسے ہیں جن سے فتنہ پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے: حقیقت سے دوری، جہالت آمیز جمود، شہرت طلبی اور طاقت نمائی، ان دونوں تباہ کن چیزوں سے لڑنے اور فتنہ سے نجات دلانے کے لئے بصیرت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں علم وآگاہی اور

دینی معاشرہ میں اس کا رواج وفروغ لازمی ہے۔ بصیرت کی کچھ نشانیاں ہیں جیسے حق کی معرفت، یقین کی بنیاد پر عمل، جرأت اور قاطعیت، بلند نظری، معاشرہ کے رہبر کا مخلصانہ اتباع۔

منابع وماخذ

قرآن کریم

۱۔ امام علی علیہ السلام (۱۳۸۷) نہج البلاغہ، صبحی صالح، بیروت، دار العلم۔

۲۔ راغب اصفہانی، ابی القاسم حسین بن محمد (۱۳۸۹)، مفردات الفاظ القرآن الکریم، قم، نوید اسلام۔

۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب (۱۳۷۸)، اصول کافی، قم، جامعہ مدرسین۔

۴۔ مطہری، مرتضی (۱۳۷۵)، آشنائی باعلوم اسلامی، قم، انتشارات صدرا۔

۵۔ مطہری، مرتضی (۱۳۸۱)، دہ گفتار، قم، انتشارات صدرا۔

۶۔ مطہری، مرتضی (۱۳۷۴)، طہارت روح، ستاد اقامہ نماز، چاپ مہر۔

۷۔ مطہری مرتضی، (۱۳۷۸) مجموعہ آثار، ج ۳، قم، انتشارات صدرا۔

۸۔ مطہری مرتضی (بی تا) ، مجموعہ آثار، ج ۱۶، قم، انتشارات صدرا۔

۹۔ معین، محمد (۱۳۷۶) فرہنگ فارسی، ج ۱، قم، نشر جامعہ مدرسین۔

۱۰۔ نصر بن مزاحم، ہارون عبد السلام (۱۳۶۵)، وقعہ صفین، تحقیق عبد السلام، محمد ہارون، دار احیاء الکتب العربی۔